

دوسری اور آخری قسط

تاریخ اسلام میں فنِ شانِ نزول کی اہمیت

ڈاکٹر نسیم مظہر صدیقی

مذکورہ بالا تمام تفسیری اور تاریخی روایات پر ایک تنقیدی نظر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قدیم مورخین اور جدید و متاخر مفسرین کی روایات تقریباً متساوی خطوط پر چلتی ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان دونوں طبقاتِ اہل قلم کی روایات میں تناقض و اختلاف ہے بلکہ خود مفسرین کرام کی اپنی شعور و روایات ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں بیک وقت یا بیک موقع پیش نہیں آسکتی تھیں اور ان میں سے اکثر بعد کے راویوں کے ذریعہ تاریخ کی زائیدہ ہیں اور ان کا مقصد حضرت ولید کے خلاف مقدمہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا تھا۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ سے، جن مذکورہ بالا تفسیری روایات مجرم و گنہگار ثابت کرنا چاہتی ہیں، کوئی وضاحت یا کوئی جواب طلب فرمایا تھا، خاص کر بنو مصطلق کے وفد کے دینے پر پہنچنے اور اپنا موقف واضح کرنے کے بعد۔ اسلامی قانون کے مطابق حضرت ولید بن عقبہ کی قانونی حیثیت و فدائی مصطلق کے آنے کے بعد مذہبی کی تھی اور بعد میں بدعا علیہ کی صورت اول میں ان کو شہادت و دلیل فراہم کرنی تھی اور صورت دوم میں حلف اٹھانا تھا۔ یہ سب کچھ نہ بھی ہوا ہوتا تو کم از کم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے استفسار فرمانا تھا یا ان کے مبینہ کذب کے کھل جانے کے بعد ان کو سرزنش و عتاب فرمانا تھا مگر تمام روایات کا بلا استثناء اس پر اتفاق ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ سے اس پورے معاملے پر کوئی تحقیق و تفتیش، کوئی سوال و جواب اور کوئی تادیب

تاریخ میں نشان نزول کی اہمیت

وسرزنش نہیں فرمائی تھی۔ کم از کم جاری روایات میں اس اہم نکتہ پر خاموشی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے متعددی جرم پر جس سے مسلمانوں کے ایک طبقے کو زک پہنچنے کا احتمال تھا چشم پوشی نہیں فرما سکتے تھے۔ غالباً، بلکہ کسی حد تک یقیناً، روایات تفسیر کا یہی تناقض اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طرز عمل تھا جس نے مفسرین کے ایک بڑے طبقے کو سورہ حجرات کی آیت کریمہ کے عوی معنی مراد لیتے پر آمادہ کیا گیا تھا، اگرچہ وہ شان نزول میں مذکورہ بالا روایات میں سے کسی نہ کسی کو پہلے میان کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآنی اسلوب اور آیت کریمہ میں الفاظ کی نشست اور جملے کی ساخت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ جس کو مفسرین کے طبقہ سوم نے بالخصوص اور طبقہ دوم نے بالعموم سمجھا ہے۔

مفسرین کے طبقہ دوم میں ہم جن کو شامل کرتے ہیں ان میں زرخشری، بیضاوی،^{۵۵۶} خازن، نسفی، قمی نیساپوری،^{۵۵۷} ملا جیون،^{۵۵۸} طبرسی،^{۵۵۹} آلوسی، جمال الدین قاسمی،^{۵۶۰} عیسے عظیم مفسرین سر فرست ہیں۔ ان مفسرین نے شان نزول کے سلسلہ میں کسی نہ کسی تفسیری روایت کو بیان کیا ہے جن میں آیت کا نزول حضرت ولید کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ ان مفسرین نے عموماً اس

۵۵۶ زرخشری، انگشتان، بیروت ۱۹۲۷ء، چہارم ص ۶۱-۵۹ ۳ وغیرہ۔ ۵۵۷ بیضاوی، تفسیر البیضاوی، مطبوعہ ثنائیہ استانبول ۱۳۰۵ھ، ص ۷۸۳۔ ۵۵۸ خازن، الباب التاویل فی معالم التنزیل، مشہور بہ تفسیر خازن، مطبوعہ خیرہ مصر (غیر مؤرخہ) چہارم ص ۱۷۵۔ ۵۵۹ نسفی، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، برہاشیہ تفسیر خازن، ص ۱۷۵-۱۷۹ قمی نیساپوری، تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان برہاشیہ تفسیر طبرسی، ص ۷۴-۷۳۔ ۵۶۰ ملا جیون جونپوری، التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ، مطبع کربئی بمبئی ۱۳۲۶ھ، ص ۷۳-۷۱۔ ۵۶۱ نسفی، اربعہ افضل طبرسی، جوامع الجامع فی تفسیر القرآن الجید، تبریز ۱۳۴۹ھ، ص ۴۷۵، بیروت ۱۹۵۵ء، جلد ۲۷ ص ۸۷۔ ۵۶۲ محمود آلوسی، روح المعانی، المنیرہ مصر (غیر مؤرخہ)، جز ۲، ص ۲۴۳-۱۳۱۔ ۵۶۳ جمال الدین تفسیر القاسمی، عیسی البابی، قاہرہ ۱۹۶۰ء، جلد ۱۵، ص ۳۹-۵۴۲۷۔

روایت کو ترجیح دی ہے جس میں حضرت ولید کے کسی وجہ سے یا ثمر مطلق کے استقبال کنندوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو کر پلٹ جانے کا ذکر ملتا ہے۔ دوسری طرف انھوں نے علماء سلف کی سند پر مردی روایات کی بنا پر یا نخوی بنیادوں پر آیت کریمہ کے عام معنی مراد لئے ہیں۔ سلف میں ابن المنذر کی ضحاک سے ایک روایت مردی ہے جس میں لفظ فاسق اور لفظ "نبا" کے عام معنی یعنی "کوئی فاسق" اور "کوئی خبر" بتائے گئے ہیں۔ غالباً زحشری پہلے مفسر ہیں جنھوں نے یہ نخوی نکتہ اٹھایا ہے کہ آیت کریمہ کے دونوں مذکورہ بالا لفظ نکرہ (عام) ہیں اس لئے دونوں کے عمومی معنی ہیں اور کسی خاص شخص پر ان کا اطلاق نہیں کیا گیا ہے۔ گویا یہ کہا گیا ہے کہ "اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے" اس معنی میں لفظ فاسق کا اطلاق شخص معین یعنی حضرت ولید پر اور لفظ "نبا" کا ان کی رپورٹ پر نہیں کیا جاسکتا۔ بیضاوی نے بھی زحشری جیسا انداز اختیار کیا ہے۔ خازن نے اس پر مزید اضافہ یہ کیا ہے کہ فسوق کا اطلاق حضرت ولید پر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ فسوق کے معنی حیا و ایمان سے خارج ہو جانے کے ہیں اور حضرت ولید کے بارے میں اس کا دہم بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کو ایک گمان ہوا تھا جو اتفاق سے غلط نکلا۔ نسفی نے زحشری کے اٹھائے ہوئے نکتہ کی تائید کی ہے جب کہ قسمی نیا پوری نے اس سے اتفاق کرنے کے بعد مزید وضاحت یوں کی ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ اموی نے اراداً تاجھوٹ نہیں کہا تھا بلکہ انھوں نے اپنے اعتماد اور یقین کی حد تک بنو مصطلق کے استقبال کنندوں کو سچ مچ غارتگر سمجھا تھا۔ گویا انھوں نے غلط گمان کیا تھا۔ ملا جیون نے بھی دونوں الفاظ کے عمومی معنی مراد لئے ہیں مگر حیرت کی بات ہے کہ طبری نے بھی اس کے یہی ایک معنی بتائے ہیں جبکہ محمود آلوسی فاسق اور نبا کو نکرہ مان کر ان کا اطلاق عام فاسقوں اور ان کی خبروں پر کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ اس سے عام فاسق مراد ہیں۔ بے انصافی ہوگی اگر اس ضمن میں ذہبی کا نام نہ لیا جائے جنھوں نے انگریز سورہ ہجرات کی آیت کریمہ کا حوالہ نہیں دیا ہے تاہم سورہ سجدہ کی متعلقہ آیت کریمہ کے بارے میں یہی عام معنی مراد لئے ہیں اور سند کے "جید" ہونے کے باوجود اس کو رد کر دیا ہے۔ جمال الدین قاسمی نے تمام روایات بیان

تاریخ میں فی شان تہذیب کی اہمیت

کرنے کے بعد طبقہ دوم کے مفسرین ہی کا موقف اختیار کیا ہے اگرچہ وہ بہت واضح نہیں ہے۔

آیت کریمہ کے عام معنی کی تائید تائید طبقہ اول کے بعض مفسرین جیسے طبری، ابن کثیر اور سیوطی وغیرہ کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، اگرچہ بالواسطہ طور پر ہی سہی، جو ام المومنین حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ اس روایت میں واقعہ منہ مصطلق کے مصدق کا نام نہیں لیا گیا ہے بلکہ ”دَجَلٌ“ (کوئی آدمی) کہا گیا ہے اور اس طرح اس میں فاسق سے عمومی معنی مراد لئے گئے ہیں اس کے علاوہ اوپر ابن منذر اور ضحاک کی سند پر مروی روایت کا ذکر آچکا ہے جو اسی معنی کی تائید کرتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ علماء سلف سے اس سلسلہ میں بہت کم روایات منقول ہیں لیکن بنیادی طور پر یہ ذمہ داری علماء سلف کی نہیں بلکہ ہمارے راویوں کی ہے۔ ایک خاص پہلو میں دل چسپی رکھنے والے یا جانبدار راویوں نے اپنی اپنی پسند یا اپنے لفظ نظر کی تائید کرنے والی روایات کو تو خوب خوب نقل کیا مگر کئی نئی روایتوں کو نقل کرنے سے گریز کیا۔ حالانکہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء سلف خاص کر صحابہ کرام میں عمومی معنی مراد لینے والے حضرات کی تعداد کم نہیں زیادہ تھی بلکہ جیسے کہ ہم دیکھیں گے کہ کم از کم عہد صحابہ میں طبقہ اول کی روایات موجود یا مقبول نہ تھیں۔

تیسرا طبقہ مفسرین ان علماء و محققین پر مشتمل ہے جو حضرت ولید بن عقبہ اموی کے واقعہ کو دقت تہذیب ممکنہ طور پر ماننے کے باوجود حضرت ولید اور ان کی خبر کو آیت کریمہ میں مستعمل الفاظ ”فاسق“ اور ”نبأ“ کا مصداق نہیں مانتے۔ یہی نہیں کہ وہ ان کے عام معنی مراد لیتے ہیں جس طرح کہ طبقہ دوم کے مفسرین کے ذیل میں ہم دیکھ چکے ہیں بلکہ وہ لفظ فاسق کا اطلاق صحابی موصوف کے لئے ناجائز اور بعید از معنی قرآن قرار دیتے ہیں۔ قدامت میں ابن منذر اور ضحاک کے علاوہ جن کی مکمل تشریحات و تاویلات ہم تک نہیں پہنچی ہیں متعدد متاخر و جدید مفسرین نے اس موضوع پر کلام کیا ہے۔ ان میں فخر الدین رازی،

ابو یحییٰ اندلسی، ابوسعود محمد بن محمد عمادی، تفسیر جلالین کے تین معنشی سلیمان بن عمر عجمی
 معروف برجل، ان کے شاگرد احمد صاوی ماکلی، اور محمد سعد اللہ قندھاری، نیز دور
 جدید کے چند اہم مفسرین جیسے محمد محمود حجازی، عبد الجلیل عیسیٰ اور احمد مصطفیٰ مراغی،
 شامل ہیں۔ لیکن اس مسئلے پر بڑی مدلل و نکتہ آفرین بحث ہمارے بعض ہندوستانی علماء
 نے کی ہے جن میں مولانا اشرف علی تھانوی سرپرست ہیں۔ ان کے علاوہ ابو محمد عبد الحق
 حقانی دہلوی، قاضی ثناء اللہ مظہری اور مفتی محمد شفیع اور متعدد دوسرے علماء کبار
 بھی ہیں۔

امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نظریہ کہ

۱۱۱ ابو یحییٰ اندلسی، البحر المحیط، مطبعت السعاده مصر ۱۳۲۸ھ، جلد ۸، ص ۱۰۹۔ ۱۱۲ ابو
 سعید محمد عمادی، تفسیر ابی السعود، مطبعہ محمد علی صبیح، مصر (غیر مورخ) چہارم ص ۸۹۔ ۱۱۳ سلیمان
 جمل، الفتوحات الالہیہ، عیسیٰ البابی مصر (غیر مورخ) جلد چہارم ص ۸-۱۰۷۔ ۱۱۴ احمد انصاری،
 الصاوی علی الجلالین، عیسیٰ البابی مصر (غیر مورخ) چہارم ص ۹۳۔ ۱۱۵ محمد سعد اللہ
 قندھاری، کشف الخبواب علی تفسیر الجلالین، مطبع محمدی کبیر ۱۳۳۱ھ، ص ۱۹۳۔
 ۱۱۶ محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دارالکتاب العربی، طبع اول (غیر مورخ) جلد ۲۱ ص ۵۸۔
 ۱۱۷ عبد الجلیل عیسیٰ، تیسیر القرآن الکریم، مصر (غیر مورخ) ص ۶۸۵۔ ۱۱۸ احمد مصطفیٰ مراغی،
 تفسیر المراغی، مصطفیٰ البابی مصر (غیر مورخ) ص ۲۷-۲-۱۲۶۔

۱۱۹ اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند (غیر مورخ) یا زہد،
 ص ۲۲-۲۳۔ ۱۲۰ عبد الحق حقانی، تفسیر حقانی، حقانی بک ڈپو دہلی طبع ششم
 (غیر مورخ)، جلد ششم ص ۲۸۳۔

۱۲۱ قاضی ثناء اللہ مظہری، تفسیر مظہری، ندوۃ المصنفین دہلی (غیر مورخ) جلد نہم
 ص ۳۶-۳۵۔ ۱۲۲ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند (غیر مورخ)
 جلد ہشتم، ص ۴-۱۰۴۔

حضرت ولید کا واقعہ اس آیت قرآنی کا دقت نزول اور موقع درد دکھانا بھی جاسکتا ہے لیکن یہ خیال کہ یہ واقعہ اس کا سبب نزول تھا اور وہ حضرت ولید کے بارے میں نازل ہوئی تھی خیال خام سے کم نہیں۔ چنانچہ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس حکم کا اطلاق دوسروں پر نہیں ہو سکتا۔ ان کے یقین و عقیدہ کے مطابق آیت متعلقہ عام ہے اور اس کا حکم بھی۔ اس کے نزول کی اصلی غرض و غایت یہ تھی کہ فاسقوں کے قول، خبر یا رائے پر اندھا دھند اور بلا تحقیق و تفتیس اعتماد نہ کیا جائے بلکہ بطور خاص اس کی سچان پچھک کر لی جائے۔ اس حقیقت سے بقول امام رازی، ان لوگوں کی دلیل کمزور ہے؛ ظاہر ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بنا پر نازل ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود یہ نہیں فرماتا کہ میں نے اس کو اس سبب سے نازل کیا ہے اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کچھ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ یہ آیت اس واقعہ کے بیان، توجیہ یا تفسیر کے لئے نازل ہوئی ہے۔ دراصل یہ واقعہ آیت کے نازل ہونے کا موقع ہے یعنی وہ آیت کریمہ کے نزول کی تاریخ ہے نہ اس کی علت و سبب، ہم اسی کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔ ہمارے خیال کی مزید تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ولید پر لفظ فاسق کا اطلاق بعید از امکان و قیاس ہے کیونکہ ایک گمان ہو انتخاب و غلط نکلنا اور غلطی سے رائے قائم کرنے والے کو فاسق نہیں کہا جاسکتا مزید برآں ان کو فاسق کیونکہ کہا جاسکتا ہے جبکہ قرآن کریم میں فاسق سے مراد اکثر ذہ شخص و اشخاص ہوتے ہیں جو دائرہ ایمان سے نکل گئے ہوں جیسے فرمان خداوندی ہے: ۱۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (مقرر اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو۔ ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی)۔

ابو حیان اندلسی نے واقعہ بنو مصطلق کو مختصر بیان کرنے کے بعد آیت کے معنی عام مراد لئے ہیں اور کہا ہے کہ یہاں بطور ندرت ان الفاظ کا استعمال ہوا ہے تاکہ دوسروں کے بارے میں احتیاط رکھی جائے۔ ابو سعید عمار نے بھی واقعہ کو بیان کر کے کہا ہے کہ حکم کی ترتیب دراصل یہ ہے کہ فاسق کی خبر بلا تحقیق قبول نہ کی جائے جبکہ عادل چاہے، وہ تنہا کیونکہ ہوگی خبر بلا تکلف قبول کر لی جائے گی۔ حمل نے اکثر مفسرین کی روایات کی طرف

اشارہ کرنے کے بعد واقعہ مختصر بیان کیا ہے پھر امام رازی کی رائے بیان کیا ہے اور خازن کی تفسیر کا بھی دوچار جملوں میں حوالہ دیا ہے اور پھر یہ کہا کہ فاسق کا استعمال جلد بازی سے روکنے کے لئے کیا گیا ہے۔ احمد صاوی نے بہت واضح انداز میں کہا ہے کہ حضرت ولید جلیل القدر صحابی ہیں امدان پر لفظ فاسق کا اطلاق کسی طرح سے مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد کافر ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ذَٰلِكَ فَسْقٌ عَنِ الْمَرْيُوتِ**، **وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا ذَمًّا وَآوَاهُمُ النَّارُ** (سورہ بقرہ ۱۷۵) اور **وَمَنْ يَجْرِمُ بِمَا عَمِلَ مِنْ سُوءٍ لَّا يُجْرِمُهُ سَاءَ مَا يَحْكُمُ بِهَا** (سورہ بقرہ ۱۷۵) اور **وَمَنْ يَجْرِمُ بِمَا عَمِلَ مِنْ سُوءٍ لَّا يُجْرِمُهُ سَاءَ مَا يَحْكُمُ بِهَا** (سورہ بقرہ ۱۷۵)۔ ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی)۔ میرا جواب یہ ہے کہ حضرت ولید سے گمان کی غلطی ہوئی تھی جس سے خطرہ ہو سکتا تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قسم کی جلد بازی سے روکنے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور آیت سے چغل خوری کی حرمت مراد لی جائے گی۔ اور آیت میں چغل خورد (سٹام) مراد ہے کیونکہ وہی فاسق ہوتا ہے۔ اس سے حضرت ولید کی شخصیت قطعی مراد نہیں ہے کیونکہ وہ عظیم صحابی رسول ہیں اگرچہ ان کا واقعہ آیت کے تحت قابل سبب رہا ہو۔ محمد سعد اللہ قندھاری نے بھی امام رازی کی رائے نقل کرنے کے بعد یہی کچھ مختصراً کہا ہے۔ اسی ضمن میں شیخ ضلیان جبل کے ایک شیخ اور اسٹاذ شہاب الدینی اور دوسرے شیوخ کا ذکر کرنا چاہیے جن کا خیال یہی تھا۔ محمد محمود سجازی نے پہلے فسق کے معنی بیان کیے ہیں پھر سبب تردید کی عام روایت بیان کی ہے اور تعبیر و تشریح میں تقریباً وہی باتیں کہی ہیں جو سلیمان جبل اور صاوی نے کہی ہیں۔ تقریباً یہی بات عبد الجلیل عیسیٰ اور احمد مصطفیٰ مراغی نے کہی ہے۔

ہمارے ہندوستانی مفسرین میں صاحب تفسیر حقیقی نے کہا ہے کہ ”اس آیت میں حکم عام ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی کوئی ایسی بات ہوئی ہے جو اس آیت کے حکم میں شامل ہے جبکہ مفسرین اس کا شان تردید کہتے ہیں اور وہ یہ ہے...“ حقیقی دہلوی نے اس کے بعد امام احمد بن حنبل کی حضرت عاتق بن ضرار خزاعی کی سند پر پورا واقعہ مختصر طور سے بیان کرنے کے بعد مزید کہا ہے کہ ”تب یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسا واقعہ بھی ہوا جو کہ آیت میں کسی شخص کی طرف اشارہ نہیں، عام حکم ہے۔“ قاضی ثناء اللہ مظہری نے پہلے متعدد روایات

بیان کی ہیں۔ پھر آیت کریمہ کے عام معنی بیان کئے ہیں اور اس کے بعد اپنی تشریح میں فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور ان کا فسق ظاہر نہ تھا کم از کم اس "کذب" سے پہلے جو دراصل ان کے فساد ظن پر مبنی تھا اور انہوں نے غلطی سے اپنے جاہلیت کے زمانے کے دشمنوں پر الزام عائد کر دیا تھا۔ مگر یہاں شاید فاسق سے وہ مراد ہے جس کا صدق و عدالت ظاہر نہ ہو چنانچہ اس میں وہ شخص بھی داخل ہو گا جس کا حال معفی ہے۔ فاسق سے مراد وہ شخص ہے جس نے کوئی ایسی خبر دی جس کی تکذیب کسی قرینے سے ہوئی ہو چاہے مجر ظاہر میں عدالت والا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ولید نے غلطی سے ان کے بارے میں غلط بات کہہ دی تھی کیوں کہ ان کو غلط سمجھا تھا۔"

مفتی محمد شفیع صاحب نے پہلے "معارف و مسائل" کے ذیلی عنوان کے تحت شان نزول بیان کی ہے جو دراصل ابن کثیر کی روایت پر مبنی ہے اور اس کا انہوں نے حوالہ بھی دیا ہے۔ پھر آیت سے متعلق احکام و مسائل کے عنوان کے تحت امام جصاص کی رائے فاسق کی خبر و شہادت نہ قبول کرنے کے بارے میں دی ہے اور آخر میں "ایک اہم سوال و جواب متعلقہ عدالت صحابہ" کے ذیلی عنوان سے اپنی دلیل بحث دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں کوئی فاسق بھی ہو سکتا ہے اور یہ اس مسلمہ اور مستفق علیہ ضابطہ کے خلاف ہے کہ الصحابة کلہم عدول۔ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں فرمایا کہ اس معاملہ میں حق بات وہ ہے جس طرف جمہور علماء گئے ہیں کہ صحابہ کرام معصوم نہیں۔ ان سے گناہ کبیرہ سرزد ہو سکتا ہے جو فسق ہے اور اس گناہ کے وقت ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جس کے وہ مستحق ہیں یعنی شرعی سزا جاری کی جائے گی اور اگر کذب ثابت ہوا تو ان کی خبر و شہادت رد کر دی جائے گی لیکن عقیدہ اہل سنت و اجماعت کا لخصوص قرآن و سنت کی بنیاد پر یہ ہے کہ گناہ تو ہو سکتا ہے مگر کوئی صحابہ (۶) ایسا نہیں جو گناہ سے توبہ کر کے پاک نہ ہو گیا ہو۔ قرآن کریم نے علی الاطلاق ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا فیصلہ صادر فرما دیا ہے رضی اللہ

عنہم ورضوا عنہ اور رضائے الہی گناہوں کی معافی کے بغیر نہیں ہوتی جیسا کہ قاضی ابویعلیٰ نے فرمایا کہ رضا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت قدیمہ ہے اور وہ اپنی رضا کا اعلان صرف اسی کے لئے فرماتے ہیں جن کے متعلق وہ جانتے ہیں کہ ان کی وفات موجبات رضا پر ہوگی (کذا فی الصوام المسلول لابن تیمیہ) . . . خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی عظیم الشان جماعت میں سے گئے پھنے چند آدمیوں سے کبھی کوئی گناہ سرزد بھی ہوا ہے تو ان کو خدا کی توبہ نصیب ہوئی ہے مگر اس کے باوجود بعد میں کسی کے لئے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی کو فاسق قرار دے اس لئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی صحابی سے کوئی گناہ موجب فسق سرزد بھی ہوا اور اس وقت ان کو فاسق بھی کہا گیا ہو تو اس سے یہ جائز نہیں ہو جانا کہ اس فسق کو ان کے لئے ستر سمجھ کر معاذ اللہ فاسق کہا جائے (کذا فی المدوح)

اس آیت کریمہ کی جو تشریح و تفسیر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمائی ہے وہ اچھوتی، نادار اور حکمت آمیز ہونے کے علاوہ اس طبقہ مفسرین میں تمام تفسیری کا دشمن کا پتھر معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کی تفسیر و تشریح تمام گتھیوں کو بڑی خوبی سے سلجھا دیتی ہے اور فہم قرآن کے نئے افق ذہن رسا پر کھولتی ہے۔ واقعہً جو مصطلح کو اپنے مخصوص جامع اور مختصر انداز میں بیان کرنے کے بعد مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ ”اس پر یہ حکم نازل ہوا . . . یعنی اے ایمان والا (جس طرح ولید بن عقبہ کی خبر پر بادجو دیکھ ولید محکوم علیہ بالفسق نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرتے میں جلدی نہیں کی بلکہ اس کی تحقیق فرمائی جس سے ایک حکم شرعی ثابت ہو گیا کہ بدو تحقیق کے ایسی خبر پر عمل نہ کرنا چاہئے . . . اور جب غیر محکوم علیہ بالفسق میں یہ حکم ہے تو فاسق کے باب میں بدو اولیٰ ہے اس لئے ہم تم کو اہتمام کے لئے مکہ رکھ دیتے ہیں کہ اگر کوئی شریہ آدمی تمہارے پاس خبر لا دے (جس میں کسی کی شکایت ہو) تو خوب تحقیق کر لو . . .“

پھر حضرت تھانوی فائدہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ ”فاسق سے مراد عام فاسقین ہیں اور فاسق کا ذکر افادہ بالغزنی الحکم کے لئے ہے۔ یہ نہیں کہ جس قصہ میں اس کا تذکر

تاریخ میں فن شان نزول کی اہمیت

ہو اس کو فاسق کہا گیا ہو پس اس آیت سے نہ ولید کا فاسق ہونا لازم آیا اور نہ اس کا شبہ رہا کہ یہ مزہم ہے کہ آپ نے بے تحقیق کچھ کاروائی کرنا چاہا ہڈگا۔ ویدر قع شبہ ظاہر ہے کہ آپ اس میں غلط نہیں۔ کیونکہ ولید کا فاسق ہونا آیت سے لازم ہی نہیں آتا بلکہ نہ حدیث سے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ ولید کو خود گمان میں غلطی ہوئی ہو۔۔۔

مفسرین کے طبقہ رسوم میں ان تمام محدثین کرام کو بھی شامل کر لینا چاہئے جنہوں نے اپنی معرکہ الآراء تصانیف میں قرآن کریم کی تفسیر پر ہاتھ مارے اور سورہ حجرات کی آیت کی تفسیر و تشریح بھی فرمائی ہے لیکن آیت کریمہ متعلقہ سے متعلق کسی روایت کو نقل نہیں کیا ہے۔ ان محدثین کرام میں امام مالک بن انس، امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ان اکابر محدثین کو اس آیت قرآنی کا مقبول عام اور مشہور زمانہ نشان نزول کا علم ہی نہیں تھا۔ اس چشم پوشی کا بظاہر سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگ محدثین کے نزدیک آیت کریمہ کی شان و سبب و مصداق نزول کے بارے میں تمام بیان کر وہ آیات ان کے اعلیٰ روایتی اور درایتی معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں اسی لئے انہوں نے اپنی معیاری تصانیف میں ان کو جگہ دینا پسند نہیں کیا۔ امام کرام میں صرف امام احمد بن حنبل نے اس آیت کا وہ سبب نزول بتایا ہے جو طبقہ اول کے مفسرین کے ذیل میں ہم دیکھ چکے ہیں اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینے میں کوئی حرج نہیں کہ مسند احمد بن حنبل کا علماء حدیث کے نزدیک وہ پایہ اعتبار نہیں جو صحاح ستہ یا موطا کو حاصل ہے بلکہ بعض علماء نے اس پر خاصا کلام کیا ہے کہ اس میں ہر رطب و یابس کو جمع کر دیا گیا ہے اور محدثانہ تنقید کے معیار کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ ان محدثین کرام کے ساتھ ان بزرگ

۱۔ امام مالک، الموطا، باب تفسیر القرآن۔ ۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، باب تفسیر القرآن۔
۳۔ امام مسلم، الجامع الصحیح، باب تفسیر القرآن۔ ۴۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، باب تفسیر القرآن۔
۵۔ امام احمد بن حنبل، مسند، باب تفسیر القرآن۔

مفسرین کی تفسیروں کو بھی کسی طبقہ میں شمار کرنا چاہئے جنہوں نے سورہ حجرات کی اس آیت پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ یہاں ایک مثال کافی ہوگی۔ جیسے امام ابوسفیان ثوری کی تفسیر جس میں سورت کی بعض آیات پر توجیح ملتی ہے مگر آیت کریمہ متعلقہ پر نہیں۔

آخر میں شانِ نزدل بتلنے والی تفسیری و تاریخی روایات کی اسناد کو روایتی معیار پر مختصراً پرکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اصول حدیث کے مطابق ان کا مقام و درجہ متعین کرنے میں مدد ملے گی۔ ابن اسحاق کی روایت یزید بن رومان پر ختم ہو جاتی ہے اور اس طرح اس روایت میں ذات نبوی یا واقعہ کے عینی شاہد سے اس کا تعلق قائم نہیں ہو پاتا۔ واقدی اور ابن سعد کی روایت بظاہر متصل معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے راوی جمہول ہیں۔ بلاذری اور طبری اور زبیری نے اگرچہ یزید بن رومان یا اس روایت کے دوسرے راویوں کی روایت قبول کی ہیں لیکن اس سلسلے میں انہوں نے اپنی تواریخ و انساب میں ان میں سے کوئی روایت نہیں لی ہے۔ ابن عبد البر، ابن حزم، ابن حجر، ابن خلدون اور ابن کثیر کی روایات دراصل قدیم مورخین و محدثین کی روایات کی بازگشت ہیں اس لئے ان کی اپنی کوئی آزاد حیثیت نہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا مورخین و محدثین و تذکرہ نگاروں کی روایتیں یا منقطع ہیں یا مرسل یا مجہول۔ اور علم حدیث میں ایسی روایتوں کا کیا درجہ ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

جہاں تک مفسرین کی روایتوں کا تعلق ہے تو وہ اسناد کے لحاظ سے یا تو منقطع ہیں یا مرسل یعنی وہ کسی تابعی پر ختم ہو جاتی ہیں یا کسی صحابی پر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سے کسی کا سلسلہ نہیں ملتا۔ سیوطی، جنہوں نے اس سلسلہ میں تقریباً تمام دستیاب روایات کا احاطہ کر لیا ہے، کا دس روایات میں سے چار کا سلسلہ سند تابعی یا تابع صحابی پر منقطع ہو جاتا ہے اور ان میں سے چھ کا صحابہ کرام پر۔ جہاں تک کہ

۱۹۷۰ء، سورہ حجرات، مرتبہ امتیاز علی عرشی، مطبوعات رضالاکبریری رابوہ

تاریخ میں فن شان نزول کی اہمیت

ام المؤمنین ام سلمہ کی سند والی روایت کا تعلق ہے اس میں اول تو صاحب معاملہ کا نام نہیں، دوسرے یہ کہ حضرت ام سلمہ نزول قرآن کے وقت موجود نہ تھیں لہذا انھوں نے کسی اور سے سنا ہوگا اور وہ راوی بیچ سے قائب ہے۔ حضرت ابن عباس کی عمر اس واقعہ کے وقت سا آٹھ برس سے زیادہ نہ تھی اور ظاہر ہے کہ ان کی روایت کسی دوسرے راوی کی مرہون منت رہی ہوگی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایتوں کا معاملہ مجھوں ہے۔ باقی دو صحابی حضرات حادث اور علقمہ کی روایات کی حیثیت فریق مخالف کی شہادت یا دعویٰ کی سی ہے۔ اگر حضرت ولید اموی بر بنائے خصامت جاہلیت بنو مطلق کے خلاف الزام عائد کر سکتے ہیں تو یہ بھی ہو سکتا تھا کہ فریق مخالف نے ایسا ہی کیا ہو۔ یہ کیونکر اور کیسے سمجھ لیا جائے کہ فریق اول ہی غلطی پر تھا اور دوسرا حق پر؟ جب کہ واقعاتی شہادت حضرت ولید کے حق میں جاتی ہے کیونکہ بقول امام راوی اس معاملے کا اہل نکتہ یہ ہے کہ خود جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی مروی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس واقعہ سے حضرت ولید کے بارے میں فسق کا الزام تو درکنار شبہ بھی کسی روایت میں نہیں ملتا اور قرآن کریم فاسق کی روایت و خبر کو مردود قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اگر ان کا فسق ظاہر ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بھی بھی ایسا اہم عہدہ نہ عطا فرماتے۔ اس سے اہم بات یہ ہے کہ اس مبینہ واقعہ کے بعد حضرات ابو بکر و عمر نے ان کو اس جیسے بلکہ اس سے اہم عہدے عطا کئے تھے کیا وہ ایک ایسے فاسق کو اسی جیسا عہدہ عطا کر سکتے تھے جس کے سلسلہ میں قرآن مجید نے ان پر فسق کا الزام لگایا ہو؟

شان نزول کے سلسلے میں بیشتر روایات درحقیقت راوی اول — چاہے وہ صحابی ہو یا تابعی — کا ذاتی راوی ہیں جو ان کی اپنی سمجھ، فہم قرآن اور مبلغ علم پر مبنی ہیں۔

۱۲۰ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ دوم ص ۵۔ ۳۰۳، ۵۳۱ ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، اول ص ۵۳۔ ۵۲، ابن خلدون، دوم ص ۹۰۷۔ ۸۹۸ وغیرہ تفصیلات کے لئے دیکھئے خاکسار کی آئندہ کتاب (مترجمہ بالا) میں مقالات علمیہ اپنی مثال آپ اور ان کے جامع اثرات

ہذا جب تک اس سلسلہ میں تو ذرا زبان رسالت کے کسی ارشاد گرامی سے ان کا تعلق ثابت نہ ہو ان کو قبول کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ ان کو روایتی اور درایتی دونوں معیاروں پر چھان چھٹک کر قبول کرنا چاہیے خواہ ان کی سند کتنی ہی جمید کیوں نہ ہو جیسے کہ ذمہ نے سورۃ سجدہ کی آیت کریمہ کو اسناد جمید کے باوجود مسترد کر دیا ہے، خاص کر کہ جب ان روایات منقطعہ یا مرسلسہ سے کسی صحابی رسولی کی عظمت مجروح اور شخصیت داغدار ہوتی ہو۔ تاریخ اسلام میں مورخانہ نقطہ نظر سے ایسی روایات کے بارے میں اور بھی احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ تاریخ ہماری آپ کی راویوں اور فتوؤں کو دھیان میں نہیں لاتی وہ واقعات و حقائق کے تجزیے و تحلیل کو مطلع نظر بناتی ہے۔

سیر جلال الدین عمری کے اہم
کتب

عورت اور اسلام :

عورت کے بارے میں اسلام کا کیا نقطہ نظر ہے؟ خاندان میں ماں، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے اس کا کیا مقام ہے؟ علم و عمل کے میدان میں اس نے کیا خدمات انجام دیں؟
(اس کا ہندی میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے) قیمت ۳/۰۰ روپے

بچے اور اسلام :

اس مختصر رسالہ میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام بچہ کی حفاظت، اس کی بہترین نشوونما، اس کی علمی اور تربیت کا بہت ہی جامع تصویر پیش کرتا ہے۔ یہ رسالہ بچوں کے بین الاقوامی سال کی مناسبت سے لکھا گیا ہے۔ قیمت - ۱۵/۰